مولانا سعید الحق جدون حقانی
مصنف ومحقق

تحریک آزادی میں حضرت شیخ کا کردار

مولانا سعید الحق جدون دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد ہیں، حضرت نے زندگی کے آخری ایام میں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی اپنی خودنوشت تاریخ پر مشتمل رجسٹر مولانا سعید الحق جدون کے حوالہ کیا، اب وہ یونیورسٹی کی طرف سے حضرت شیخ کی حیات وخدمات پر مقالہ لکھ رہے ہیں، اس سے پہلے انھوں نے حضرت شیخ صاحبؒ کی افادات پر مشتمل دو کتابیں لکھی ہیں، ایک ''امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' اور دوسری ''شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کی درسگاہ میں''۔ موجودہ مسودہ سے حضرت شیخ صاحبؒ کی حیات کے مختلف پہلوؤں نمایاں ہوتے ہیں تحریک پاکستان کے حوالے سے آپکی خدمات اس مضمون میں پیش خدمت ہیں...... (مدیر)

دنیا میں بہت ساری نامور اور مقبول شخصیات موجود ہیں اور اپنے اپنے حلقوں میں ان کی نہایت قدر کی جاتی ہے، مگر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس خطے میں شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا شمار مسلمانوں کی مقبول ترین اور عظیم شخصیات میں ہوتا تھا۔ یہ خطہ کیا بلکہ پورے عالمِ اسلام میں مرحوم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپؒ کی نماز جنازہ میں لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے دنیا نے اِن کی مقبولیت کا اندازہ لگایا۔ آپ کی شخصیت علمی، عوامی، جہادی اور سیاسی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ وہ ''جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' میں احادیث کے بلند پایہ استاد تھے، ایک 'صاحبِ قلم ادیب اور جہاندیدہ مفکر تھے، تجربہ کار مدرس' اور دور اندیش انسان تھے، نڈر مجاہد اور نامور عالم دین تھے۔ آپ کی وفات کے بعد میدانِ سیاست کے شہسواروں نے اپنی تقاریر میں آپ کو ایک دوررس سیاستدان کا خطاب دیا، ارباب مدارس نے آپ کو دینی مدارس کا ترجمان اور سرپرست گردانا، افغان جہاد میں بہترین کردار کی وجہ سے مجاہدین کا خیال تھا کہ حضرت شیخ نہ صرف یہ کہ ایک نڈر اور تجربہ کار مجاہد بلکہ استاد المجاہدین تھے، عوام الناس نے موصوف کو ایک بہترین خطیب، واعظ اور مقرر کی حیثیت سے پہچانا' ہم جیسے طالب علموں نے حضرت کو بخاری اور مسلم پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے استاد ایک تجربہ کار مدرس اور فقید المثال محدث تھے' مولانا صاحب کے ان ہمہ جہت صفات کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ وہ اس

© rasailojaraid.com

شعر کے اصل مصداق تھے......

لیس علی الله بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ صاحبؒ کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں آپ کے حالاتِ زندگی پر تحقیقی کام کرنا چاہتا ہوں تو موت سے چند دن پہلے مجھے بلوایا، میں اور محترم بابر حنیف صاحب دونوں حاضر خدمت ہوئے، حضرت کے داماد مولانا ضیاء الرحمان پہلے سے موجود تھے، انھوں نے آپکو ہمارے آنے کی اطلاع دی، حضرت نے آنے کی اجازت دی، ہم خدمت میں حاضر ہوئے، تو دعا وسلام کے بعد حضرت نے کچھ دیر مختلف موضوعات بالخصوص مرض اور صحت پر بحث فرمائی، اس کے بعد میں نے آپکی زندگی کے حوالے سے مختلف سوالات شروع کیے۔

حضرت شیخ صاحب نے ایک رجسٹر مجھے دے دیا جس میں آپ نے اپنی سوانحِ حیات تحریر فرمائی تھی پھر فرمایا: بیٹا! اس رجسٹر میں میری تاریخ ہے یہ میری ذاتی خواہش نہیں ہے کہ میں اپنی تاریخ لکھ لوں، لیکن میرے بیٹے مولوی ارشد حفظہ اللہ تعالی نے بارہا اصرار کی کہ آپ اپنی سوانحِ حیات کا ضروری حصہ لکھ لیں، ان کی وجہ سے یہ تاریخ لکھی ہے۔ یہ تاریخ میں نے آج تک کسی کو نہیں دی ہے یہ آپ لے لیں اور کام کی چیزیں اس سے نکال لیں۔ آپ جو کچھ لکھتے ہیں مجھے دکھا دیں۔'' یہ استاد محترم سے آخری ملاقات تھی، آپ نے ڈھیروں دعائیں دے کر ہمیں رخصت کیا، ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ حضرت شیخ صاحب سے آخری ملاقات ہوگی، اس کے بعد میں نے ایک باب تیار کر کے ان کی خدمت میں بھیج دیا، کچھ حصے پر انھوں نے نظر ثانی کی، لیکن جلد ہی فرشتہ اجل ان پہنچا اور آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ فرحمة الله عليه رحمة واسعه

پہلی بار سٹیج پر

اس رجسٹر کے مطالعے سے بہت زیادہ باتوں کے بارے میں علم ہوا، جس میں ایک اہم بات یہ کہ شیخ صاحب نے پاکستان کی آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، تحریک پاکستان کے وقت حضرت شیخ صاحب کم عمر تھے لیکن پھر بھی نہ صرف یہ کہ تحریک آزادی کے جلسوں میں شریک ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکردہ قائدین کے سامنے سٹیج پر کھڑے ہو کر آزادی کی نظمیں سناتے اور لوگوں میں آزادی کی جوش وخروش پیدا کرتے، آزادی کے قائدین نے ان کو ان نظموں پر داد دی، ان جلسوں کی روداد حضرت شیخ نے ان الفاظ میں سنایا'': 1945 اور 1946 میں مختلف مکاتب فکر لوگ اور سیاسی پارٹیاں بڑے بڑے جلسے کرتے تھے، مسلم لیگ کے سٹیج پر مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع اور پیر مانکی نوشہرہ کے مولانا شاکر اللہ نمایاں تھے، جبکہ دوسری طرف خدائی خدمت گاروں کے جلسے ہوتے تھے۔

سرخ پوش رہنما باچا خان کی طرف سے خراج تحسین

ان دنوں (1945-46) میں خدائی خدمت گار اور مجلس احرار ایک دوسرے کے دست و بازو تھے، اس وجہ سے میں خدائی خدمت گاروں کے جلسوں اور جلوسوں میں شامل ہوتا، اکوڑہ خٹک میں دربار مسجد کے سامنے میدان میں خدائی خدمتگاروں کا بڑا جلسہ ہوا جس میں خان عبد الغفار خان کی صدارت میں کافی لوگوں نے تقریریں کیں، مجھے قاضی عبدالودود اسیر نے ایک نظم سنانے کا حکم دیا، میں سٹیج پر کھڑا ہوا اور یہ پشتو نظم لوگوں کو سنایا۔

میوے د آزادی هغه زوانان خوړلے شي

پخپله د خپل باغه چې زاغان شړلے شي

میری یہ نظم سن کر باچا خان نے مجھے کمر پر تھپکی دی اور کہنے لگے کہ ہمارے اس ملک کو ہماری قوم کے یہی بچے فرنگیوں سے آزاد کرائیں گے، ہمیں ایسے بچوں کی ضرورت ہے، جو جذبہ آزادی سے سرشار ہوں۔ (مسودہ خود نوشت سوانح حیات، غیر مطبوعہ، ص:۱۳)

اس مسودہ میں ایک اور مقام پر شیخ صاحب نے لکھا ہے: ”اگست 1947 سے چند دن قبل پیر سباق میں خدائی خدمتگاروں کا ایک فقید المثال جلسہ ہوا، جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، انقلابی شعرا انقلابی نظمیں سنا رہے تھے، پاکستان کی تحریک میں نہ صرف یہ کہ مسلمان شامل تھے بلکہ پیر سباق کے سکھ بھی نکل آئے تھے، سکھ مقررین اور شعرا نے بھی اس جلسے میں تقریریں کیں اور نظمیں سنائیں۔ مقررین کی تقریروں کے بعد باچا خان نے بہت دردناک انداز میں تقریر کی جس سے تمام حاضرین جلسہ کو رلایا اور کہا کہ اگر پاکستان بن گیا تو ایک مسئلہ بہت سنگین ہوگا وہ یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا اور یہاں ان بیچارے غیر مسلموں کا، یہ دریا آپکو مُردوں سے بھرا ہو نظر آئیگا۔ واقعی تقسیم کے بعد سینکڑوں سکھوں اور ہندوؤں کو قتل کیا گیا، ہم نے عصر اور مغرب کے درمیان تقریبا ساٹھ مردوں کے لاشوں کو دریا کابل میں بہتے ہوئے دیکھا (مسودہ خود نوشت سوانح حیات، غیر مطبوعہ، ص: 15)

پاکستان بننے کے بعد ہندو مسلم فسادات کا آنکھوں دیکھا حال

شیخ صاحب نے جو حالات اپنے آنکھوں سے دیکھے، ان الفاظ میں بیان کیا: تقسیم ہند کے وقت ہم شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ سے کافیہ پڑھ رہے تھے۔ اکوڑہ خٹک کے ہندو اور سکھ باشندوں کو ہندوستان پہنچانے کیلئے سرکاری طور پر بندوبست کیا گیا۔ یہاں ان کے گھروں پر لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ اچانک حضرت کی نگاہ کھڑکی کی طرف اٹھی جب دیکھا تو یہ حالت دیکھی کہ لوگ ہندوں اور سکھوں کے گھروں اور دکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جا رہے تھے۔ حضرت کے آنکھوں میں آنسو آئے، اِنا لِلہِ واِنآ اِلیہِ رجِعون اور استغفراللہ کے کلمات

پڑھ کر فرمانے لگے، یہ لوگ انتہائی ظلم کررہے ہیں۔حضرت تو ایک دوراندیش انسان تھے۔انکی نگاہیں مسلمانان ہند کی طرف متوجہ تھیں کہ یہاں پاکستان میں لوگ ان ہندو اور سکھوں پر ظلم وستم کرتے ہیں،تو وہاں ہندوستان میں وہ لوگ اس کے بدلے میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کرینگے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہاں ہندوستان میں مسلمان ہندوں اور سکھوں کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے۔مسلمانوں کی عورتوں پر سکھوں نے قبضہ کیا۔جن میں سے بہت سی عورتیں آج بھی اس ملک کی آزادی کی خاطر سکھوں اور ہندوں کی ملکیت میں ہیں (مولانا شیر علی شاہ کی درسگاہ میں،ص:31)

خلاصہ کلام یہ کہ پاکستان کی آزادی میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے،آپ نے پاکستان کی آزادی میں نہ صرف یہ کہ خود حصہ لیا، بلکہ دوسروں کے مردہ جذبے کو اپنے نظموں سے بیدار کیا، مسلمانوں اکابرین اور سرکردہ لیڈروں نے تحریک پاکستان کے جلسوں میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے ملی نغموں کو خوب سراہااور ان کو داد دی،ہندو مسلم فسادات کا آپ نے خود مشاہدہ کیا،اور مسلمانوں پر ظلم وبربریت کے کئی دلخراش واقعات کو بچشم خود دیکھا،چنانچہ جب آپ کسی مجلس میں پاکستان کا تذکرہ کرتے تو آبدیدہ ہوکر فرماتے کہ یہ وہ پاکستان ہے،جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر آزاد ہوا ہے؟ جس میں آج کلمہ گو لوگوں کے لئے رہنے کا جگہ نہیں ہے۔

ان حقائق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی خدمات صرف ایک عالم،مفسر اور محدث کی حیثیت سے نہیں ہیں، بلکہ تحریک پاکستان میں بنیادی کردار ادا کرنے کی وجہ سے آپ پاکستانی قوم کے محسن بھی ہیں۔جن کا سانحہ ارتحال پوری پاکستانی قوم کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔کہ ایک طرف تو یہ قوم ایک دردِ دل رکھنے والے عظیم راہنما اور ولی اللہ سے محروم ہوگئی اور دوسری طرف اس انتشار وافتراق کے عالم میں وحدتِ امت کے علمبردار عظیم شخصیت کی نیم شب کی دعاوں اور برکتوں سے محروم ہوگئی حالانکہ ان بزرگوں کی دعائیں امت کے لئے باعثِ رحمت و برکت اور فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے درجاتِ عالیہ کو بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے،اور ہمیں بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ایسے اکابر کے حالات سے امت کو روشناس کرانا ایک عظیم دینی وملی خدمت اور سعادت ہے جس سے ماہنامہ الحق بہرہ ور ہورہا ہے،جو کہ اس خدمت پر لائقِ تحسین وتبریک ہے۔

بندہ اور بندہ کے ایک ساتھی محترم مولوی بخت شید نے بھی حضرت شیخ کی حیات وخدمات پر تفصیلی مقالہ لکھنا شروع کیا ہے۔خداوند کریم سے دعا ہے کہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ

© rasailojaraid.com